لہٰذا روزہ کو توڑنے والے اشیاء سے خود کو محفوظ رکھنے، جھوٹ اور اس پر عمل کرنے سے روزہ دار اپنا دامن صاف رکھے۔ ارشاد نبوی ہے: "من لم يدعْ قولَ الزورِ والعملَ به فليس لله حاجةٌ في أن يدعَ طعامَه وشرابه" حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "إذا صمت فليصم سمعک وبصرک ولسانک عن الكذب والمحارم ودع عنک أذى الجار، وليكن عليک وقار وسكينة، ولا يكن يوم صومک ويوم فطرک سواء"

روزے کے بعض مستحب آداب یہ ہیں کہ رات کے آخری حصے میں سحری کھائیں، اس میں برکتیں ہیں۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں: "إن بلالا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن ام مكتوم، فإنه يؤذن حتى يطلع الفجر." قال القاسم: "ولم يكن بين اذانهما إلاأن يرقى ذا وينزل ذا" [بخاری اذان ح:۶۲۳، صوم ح:۱۹۱۸] معلوم ہوا کہ اذان سحری بہت جلد نہیں دینی چاہیے، یہ خلاف سنت ہے۔

قتادہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: "أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم وزيد بن ثابت تسحرا، فلما فرغا من سحورهما قام النبي صلی اللہ علیہ وسلم إلى الصلاة فصلى، قلنا لانس: كم كان بين فراغهما من سحورهما ودخولهما في الصلاة؟ قال: قدر ما يقرأ الرجل خمسين آية" [بخاری]

جب سورج کا غروب ہونا یقین ہو تو افطار جلد کھولنا، اگر طاق رطب کھجور پر کھولے تو بہتر، اگر وہ نہ ملے تو پرانے کھجور پر، پھر پانی پر روزہ کھولے، یہی نبی ﷺ کا عمل تھا۔

افطار کرنے سے پہلے دعا کرنا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "افطاری کے وقت روزہ دار کی دعا مسترد نہیں ہوتی۔" [ابن ماجه بسند صحيح] جبکہ افطار کرتے وقت یہ دعا پڑھے: "اللهم لک صمت وعلى رزقک افطرت" [ابو داؤد عن معاذ بن زهرة مرسلا مرفوعا]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے: "ذهبَ الظمأ وابتلتِ العروقُ وثبتَ الأجرُ إن شاء الله" [ابن ماجه]

ذکر، نماز اور صدقہ کثرت سے کرے۔ [صحيح ابن خزيمه، ابن حبان، احمد ترمذی] نبی اکرم ﷺ رمضان میں تیز ہوا سے بھی سخی ہوتے تھے۔ [بخاری، مسلم]

حسن اخلاق

معاشرے میں سلام کی اہمیت اور اس کے مثبت نتائج

ابوبشارت یحیٰ سلیم

قال تعالیٰ: ﴿وَإِذَا حُيِّيْتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا﴾ [النساء: ۸۶] ''اور جب کوئی احترام وعقیدت کے ساتھ تمہیں سلام کرے، تو اس کو اس سے بہتر طریقے کے ساتھ یا کم از کم اسی طرح جواب دو، یقیناً اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔''

عن ابی ہریرۃ ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: '' والذی نفسی بیدہ لاتدخلوا الجنة حتى تؤمنوا ولا تؤمنوا حتى تحابوا؛ أفلا أدلكم على أمر إذا فعلتموه تحاببتم؟ أفشوا السلام بينكم'' [ابوداؤد]

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم جنت میں داخل نہیں ہوں گے جب تک ایمان نہ لاؤ۔ اور تم صحیح ایماندار اس وقت تک نہیں ہوں گے جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں کہ جب وہ کرو، تو باہمی محبت کرنے لگو؟! تم اپنے درمیان سلام کو پھیلاؤ۔''

''تحیۃ'' کے اصل معنی کسی مسلمان بھائی کو زندگی کی دعاء دینا ہے۔ یعنی حیّاك الله کہنا ہے، جس کے معنی ہیں: ''اللہ تمہاری عمر دراز کرے۔'' مسلمان کا آپس میں ملنے پر اسلامی تعلیم یہی ہے کہ وہ اسے یہ دعا دے کہ اللہ تجھے سلامت رکھے، ہر قسم کے شر و بلا سے محفوظ رکھے، تجھے ہر مصائب سے سلامتی عطا کرے۔

سلام کرنے کی فضیلت اور اہمیت سے ہم واقف تو ہیں؛ مگر بدقسمتی سے ہم اس کے عادی نہیں۔ بلکہ ہم تو سلام کی اہمیت کو یکسر فراموش کر بیٹھے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان بھائی سے ملنے پر سلام کرنے کے بجائے ہنسی مذاق اور غلط القاب سے پکارنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رشتہ اسلام میں منسلک ہونے کے باوجود ہم ایک دوسرے سے نفرت اور باہم دوری کی طرف جا کر ایثار و قربانی، دکھ درد بانٹنے کے بجائے ایک دوسرے کی کمزوری ڈھونڈنے، غیبت اور چغلی کی راہیں ٹٹولتے رہتے ہیں۔ ''تحیۃ'' یعنی السلام علیکم ایک دعائیہ کلمہ ہے، جو ایک دوسرے سے ملنے پر کہا جاتا ہے۔ آپس میں ابتدائی تعارف، اظہار محبت و اعتماد اور نشان اخوت و مودت کے طور پر استعمال کرنے میں معاشرتی اتصال و ارتباط کے نقطہ نظر سے اس کی بڑی اہمیت ہے۔ انسان ایک دوسرے سے خواہ کتنا دور ہی کیوں نہ ہو ایک دعائیہ کلمہ سے

آپس میں یوں جڑ جاتے ہیں، جیسے ان کے درمیان کوئی اجنبیت اور یگانگی تھی ہی نہیں۔ اسلام سے پہلے بھی عرب معاشرے میں سلام کا رواج تھا۔ ایک دوسرے کو عزت سے اس طرح کے ملے جلے الفاظ بولے جاتے تھے۔ اسلامی معاشرے کے بعد بھی ملنے پر دعائیہ کلمات بولے جاتے رہے؛ مگر لفظ السلام علیکم کو ایک خاص اسلامی شعار کی حیثیت حاصل ہوئی سلام کرنا ایک ایسا بابرکت عمل ہے، جو آپس کی رنجشوں کو دور کرتا ہے، اس سے باہم محبت، شفقت وتکریم اور ایثار وقربانی کو فروغ ملتی ہے۔ آپس کی کدورتوں کو ختم کر کے احترام وتکریم کا جذبہ پروان چڑھاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچتے ہی سب سے پہلا کام یہی کیا کہ آپس میں پیار ومحبت، ایثار وقربانی کو فروغ دینے کے لیے اعلان کیا: ''أيها الناس أفشوا السلامَ'''' اے لوگو! آپس میں سلام عام کرو'' اور پھر آخر میں اس کا فائدہ بھی بتایا ''تدخلوا الجنة بالسلام'' یعنی ایسے لوگوں کا مسکن جنت ہے۔ بلاشبہ سلام اور جوابِ سلام، ایک اسلامی معاشرے میں وصل وفصل کی بنیاد ہے، اس لیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انتہائی اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا۔

جب ہم اپنے مسلمان بھائی بہنوں سے ملیں تو بجائے اس کی شکل وصورت اور اس کے لباس پر نظریں گاڑے، سلام میں پہل کرے تو اس کی برکت سے اپنے بھائی کے لیے آپ کا دل شیشہ کی طرح صاف وشفاف ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً آپ کی سوچ بھی پاکیزہ ہو کر ان کے لیے منفی پہلو کے بجائے مثبت پہلو اجاگر ہوتا ہے۔ سلام کی اہمیت قرآن مجید کی اس آیت سے بھی نمایاں ہے: ﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ﴾ [الأحزاب: ٣٣] دنیا میں آپس میں سلام کو عام کرنے والے قیامت کے دن بھی جب اللہ کے روبرو کھڑے ہوں گے تو ہر قسم کی رنجشوں، سختیوں اور مشکلات سے محفوظ رہیں گے۔

آیئے اس پاکیزہ عمل کو ہم سب مل کر اپنے معاشرے، اپنے ماحول، اپنے گھر، اپنی مسجد اور سکولوں میں عام کریں۔ ہر بڑے وبزرگ، عالم دین، جاننے والے، نہ جاننے والے سب کو سلام کریں۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ جس کو ہم جانتے ہیں انھی کو سلام کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں اور کہتے ہیں اس کو سلام کیوں کریں جسے ہم جانتے تک نہیں۔

میرے بھائیو! سلام کرنے کے لیے جان کاری کی قطعی ضرورت نہیں؛ بلکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وتقرأ السلامَ علىٰ من عرفت ومن لم تعرف'' [بخاری، کتاب الإیمان] ''سلام کرو جس کو تم جانتے ہو اور اسے بھی سلام کرو جس کو تم نہیں جانتے۔'' سلام کے لیے جان پہچان کی کوئی قید نہیں۔ یہی سلام ہی تو ہے جو انجان کے ساتھ جان پہچان کا بہترین ذریعہ ہے۔ سلام کی عادت پیدا کرنا اور سلام میں پہل کرنا ایک مستحسن عمل ہے، جس سے لوگوں کے دلوں